ابو الفضل صدیقی کے ناول ''ترنگ'' میں مسکرات

محمد عقیل ارشد (سکالر پی ایچ ڈی، اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان)
ڈاکٹر فرزانہ کوکب (چیئر پرسن، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان)

Abstract:
Abu al-Fazl Siddiqi is a distinctive Urdu novelist who, in his novel Tarang, has portrayed the impact of drugs on the human mind and body. In this novel, he presents characters from rural society who use various types of narcotics such as opium, hashish, gutka, tobacco, alcohol, and betel leaf. Due to addiction, their lives fall into ruin. These characters lose their social relationships, wealth, and health. The novel highlights the tragic consequences arising from the harmful effects of drug use, bringing to light the deeper significance of this social issue.
Keywords: Drugs, Narcotics, Consequences, Significance, betel leaf

کلیدی الفاظ: ابو الفضل صدیقی، ناول: ترنگ، مُسکِرات، اسباب، مضر اثرات، تہذیب کا المیہ

کسی بھی مہذب معاشرے میں رہنے والے افراد اخلاقی اقدار سے جڑے ہوتے ہیں۔ یہ اقدار انہیں اس سماج میں مل جل کر اشتراک سے رہنے اور آپسی تعلق کو مضبوط کرنے پر دال ہیں۔ ان سماجی اور اخلاقی اقدار کو توڑنے یا مخالفت کرنے والے افراد اور عوامل قابل گرفت سمجھے جاتے ہیں ۔ ہر معاشرے میں ان افراد سے نمٹنے اور ان کو معاشرے کے فعال شہری بنانے کے حوالے سے قوانین اور اخلاقی ضابطے موجود ہیں جن پر عمل درآمد کروانے کے لیے قانون نافذ کرنے والے ادارے، عدالت اور پولیس کی صورت میں موجود ہوتے ہیں۔ کسی بھی سماج میں یہ اخلاقی، تہذیبی برائیاں اور مجرمانہ عوامل کئی وجوہات کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں۔ جب سماج میں طبقاتی تضاد، ناانصافی، لاقانونیت، جبر، تشدد، لایعنیت اور مذہبی فرقہ واریت، نسل پرستی، قومیتی تفاخر، لسانی جھگڑے، ذات پات اور بے روزگاری بڑھتی ہے تو لوگ عدم تحفظ کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں سے ایک بڑی تعداد ذہنی اور نفسیاتی طور پر شدید دباؤ محسوس کرتی ہے۔ اس دباؤ کو کم کرنے کے لیے لوگ طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ اس تناؤ کے ماحول سے باہر نکل سکیں۔ ایسے سماج میں لوٹ مار، راہ زنی، تشدد، عدم برداشت، بے گانگی اور تنہائی کا احساس بڑھتا ہے لوگ اس ذہنی اور سماجی گھٹن کو کم کرنے کے لیے نشہ کرتے ہیں تاکہ وہ ان تلخ حقائق کو بھلا سکیں۔ جن کا ان کو سامنا ہے اور جن کو حل کرنے پر ان کا اختیار نہیں ہے نشہ کے لیے وہ مختلف منشیات اور دیگر نشہ آور چیزیں استعمال کرتے ہیں۔ مختلف افراد میں نشہ کی عادت پڑنے اور ذرائع مختلف ہوتے ہیں۔ دنیا کے تمام معاشروں میں نشہ کرنا یا منشیات کا استعمال منع ہے اور اس کے لیے کڑی سزائیں مقرر ہیں۔ سماجی اور مذہبی طور پر بھی اس کی مذمت اور ممانعت ہے۔ عربی میں اس کے لیے ''مسکرات'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ فرہنگ آصفیہ کے مطابق:

''مسکرات: اسم، مونث، وہ چیزیں جو نشہ کریں''(۱)

معروف معجم الوسیط کے مطابق:

''مسکرات، مسکر سے ماخذ ہے جس کے معنی ''چینی سے مٹھا کیا ہوا'' نشہ میں مست ہونا شراب پیتے ہوئے ہونا، نشہ آور، کم اور ہلکا ہونا، پر سکون ہونا، بے ہوش ہونا، خمار آلود، کے ہیں۔''(۲)

مسکرات ایک ایسا لفظ ہے جس کے زبان پر آتے ہیں اس کی خرابیاں ذہن میں آنے لگتی ہیں کوئی بھی صحت مند معاشرہ نشہ کرنے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے باوجود آج دنیا میں ایسے افراد کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جو منشیات کا شکار ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا کی آبادی کا سات فیصد حصہ منشیات کا عادی ہے منشیات استعمال کرنے والوں کی مختلف اقسام اور وجوہات ہیں۔ زیادہ تر افراد ذہنی تناؤ اور مختلف پریشانیوں سے جان چھڑوانے کے لیے منشیات کا استعمال کرتے ہیں۔ عمومی طور پر ان منشیات میں، شراب، چرس، افیون، تمباکو، ہیروئن، گانجا، گٹکا، پان، چھالیا، بھنگ، حشیش، کوکین، شیشہ، آئس، نسوار، بیٹرا اور مختلف ادویات کو کیپسول یا کرسٹل گولیوں کی صورت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ بدلتی دنیا کے ساتھ ساتھ منشیات کی نئی نئی اقسام سامنے آرہی ہیں اور استعمال کرنے والوں کی تعداد میں بھی مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

ڈوینک ملٹن ٹروٹ مسکرات کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> Psychoactive Substance are generally considered to be materials that after perception, mood or consciousness. However, the context of their use for exceeds that of recreation. As entheogens, many are used for ritual, spiritual or shamanic purposes, and are immersed in history. Other are used to explore new insights and engineer different perspectives, both for personal, development, nootropic and academic purposes.(۳)

مسکرات کی زیادتی انسان میں مختلف قسم کی برائیاں پیدا کرتی ہے۔ نشہ میں مست آدمی گالم گلوچ کرتا ہے۔ مارپیٹ، قتل وغارت، عصمت دری ،لوگوں کی بے توقیری کرنا توڑ پھوڑ کرنا لوگوں کی املاک کو نقصان پہنچانے کے علاوہ خود کو بھی نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کرتا۔ نشہ انسان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو متاثر کرتا ہے۔ اس لیے کوئی بھی نشہ کرنے والا فرد نشہ کی حالت میں وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جو عمومی حالات میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ منشیات کا استعمال کئی ممالک میں لوگ اپنی زندگی کے خاتمے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔

مارک جی پانچ لکھتے ہیں۔

> A drug is defined as an agent intended for the use in the diagnosis , mitigation, treatment. Cure or prevention of disease in humans or in other animals"(۴)

مسکرات جسمانی، مالی، سماجی اور اخلاقی پہلوؤں سے انتہائی مضر چیز ہے۔ دنیا بھر میں اس کے استعمال میں اضافہ تشویش ناک ہے اس کی کراہت یا ہیئت کو چھپانے کے لیے اس کے بیچنے اور کاروبار کرنے والے اسے مختلف چیزوں میں شامل کر کے خوبصورت نام دے رہے ہیں جسے چاکلٹ، آئس اور گٹکا میں مختلف ذائقے شامل کرنا وغیرہ۔ اس سے نوجوانوں اور طالب علموں کو اس کی طرف راغب کیا جاتا ہے۔ نوجوان وقعتی طور پر اس میں راحت محسوس کرتے ہیں اور جیسے دنیا کے سب غم غلط ہو گئے ہیں اور تمام راحت و سرور اسی میں ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ جہاں اس کے

اثرات مالی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ مسلسل ایک خاص رقم کا مستقل طور پر خرچ ہوتے رہنا اور دوسرا جسمانی طور پر صحت میں بگاڑ آتا ہے۔ نشہ آور چیزیں اگر تواتر سے استعمال نہ کی جائیں تو سر درد، جسم میں سستی، مزاج میں چڑچڑاپن، اکتاہٹ اور غصہ اس فرد کے جسم کا اس انداز سے حصہ بن جاتا ہے کہ وہ دوسری چیزوں سے کنارہ کش ہوتا چلا جاتا ہے وہ دنیا میں ترقی کی رفتار سے پیچھے رہ جاتا ہے۔۔ وہ لوگوں، زندگی کی دلچسپیوں ،ہنگاموں اور خوشیوں سے دور ہوتا چلا جاتا ہے یوں مسکرات کسی بھی نارمل انسان کو غم میں مبتلا کر کے ایسے ابنارمل بنا دیتی ہے اور اس کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے نشہ آور اشیاء کے استعمال سے انسانی ذہن پر بھی تباہ کن اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ماہرین نفسیات نے منشیات کے استعمال سے ذہنی طور پر پیدا ہونے والی خرابیوں کی نشاندہی کی ہے ان میں سب سے اہم ذہنی تناؤ ہے۔ آج کی مادہ پرست دنیا میں ذہنی اور عصبی تناؤ تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ منشیات کا استعمال کرنے والے لوگوں کی کمر میں درد رہتا ہے وہ سونے کی کوشش کرتے ہیں لیکن سو نہیں پاتے ان کے جذبات میں ہیجان برپا رہتا ہے نشہ کرنے والے شخص کی شخصیت میں توازن نہیں رہتا۔ وہ اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے ،لباس پہننے، کھانا کھانے اور لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں مشکل محسوس کرتے ہیں کس جگہ پر کن لوگوں میں کیا رویہ اختیار کرنا ہے کیسا لباس پہننا ہے نشے کے عادی افراد اس احساس سے کاری ہو جاتے ہیں۔

مسکرات کی عادت عام طور پر دوستوں کی صحبت کی وجہ سے پڑتی ہے اگر کسی محلے، رشتہ داری یا کالج سکول میں چار دوست منشیات کے عادی ہیں تو پانچواں دوست ان کی باتوں کے دباؤ میں آکر اس کا استعمال شروع کر دیتا ہے بعض اوقات کوئی جسمانی کمزوری بھی افراد کو اس طرف راغب کرتی ہے جسے جسم کا کمزور ہوتا، جنسی قوت میں اضافے کی خواہش، یا ذہنی صلاحیت کو بڑھانے، امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے مختلف منشیات کا استعمال کرتے ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے عادی ہو جاتے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے ایسے نوجوان ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتے ہیں اور جب تک لوگوں کو احساس ہوتا ہے تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے پاکستان میں منشیات سے نجات حاصل کرنے کے مراکز کی شدید کمی ہے اس کے علاوہ ان ڈاکٹرز کی تعداد بھی بہت کم ہے جو اس کا علاج کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس کے ساتھ ایک اور اہم بات اس علاج کے اخراجات ہیں۔ زیادہ تر نشہ کرنے والے افراد پہلے ہی اپنی جمع پونجی نشہ میں لٹا چکے ہوتے ہیں اس لیے اس کے علاج کے اخراجات بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کی رسائی میں نہیں ہوتے۔

ہمارے سماج میں منشیات کے استعمال میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی شامل ہو چکی ہیں۔ مختلف شہروں میں شیشہ پینے کے مراکز کھل چکے ہیں جہاں ایلیٹ کلاس کی خواتین کی تعداد بڑھ رہی ہے شہروں میں پارک، قدرتی اور تاریخی مقامات کی مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے یہ جگہیں منشیات کے عادی لوگوں کے لیے محفوظ ٹھکانہ بن چکی ہیں۔ زیادہ تر وہ افراد جو مختلف نشہ آور ادویات استعمال کرتے ہیں خود کو انجکشن لگا کر بے سدھ بڑھے رہتے ہیں۔ منشیات بیچنے والے افراد بھی انہیں جگہوں پر ان کی مطلوبہ مقدار پہنچا دیتے ہیں۔ پان، سگرٹ، چھالیہ، گٹکا بیچنے والوں کی دکان پر ہجوم رہتا ہے ان کے مسلسل استعمال سے لوگوں کے دانت خراب ہو جاتے ہیں جلد کا کینسر اور دیگر جسمانی امراض پیدا ہوتے ہیں

۔

آج کے ترقی یافتہ شہروں میں منشیات کا استعمال کرنے والے دو طرح کے لوگ ملیں گے ایک وہ جو پارکوں، قدیم تاریخی عمارتوں، ہسپتالوں، پلوں اور ندی نالوں کے کنارے نشہ کرتے یا نشہ کر کے بے سدھ بڑے نظر آئیں گے ایسے لوگ سماجی مشینری میں ناکارہ پرزہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ کوئی کام سرانجام نہیں دیتے جس کی وجہ سے مجموعی طور پر معاشرہ افرادی قوت سے محروم ہوتا جاتا ہے ایک صحت مند معاشرے کے قیام کے لیے منشیات سے پاک معاشرہ کا ہونا بے حد ضروری ہے معاشرے کے بااثر افراد کے لیے منشیات ایک فیشن اور اسٹیٹس سمجھا جاتا ہے یہ لوگ بڑے بڑے کلبوں اور نجی محفلوں میں اجتماعی طور پر منشیات کو استعمال کرتے ہیں۔ غرض سماجی بگاڑ کی ایک بڑی وجہ منشیات کا استعمال ہے صحت مند معاشرے کے قیام کے لیے اس کی فروخت پر سختی سے پابندی عائد کی جائے اس سلسلے میں استاد، ڈاکٹر، مذہبی علماء اور سماجی کارکن اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ عدالت اور پولیس ایسے افراد کو سخت سزائیں دے جو اس کا کاروبار کرتے ہیں اور معصوم لوگوں کو اس کا عادی بناتے ہیں۔

آج اردو ناول ڈیڑھ صدی سے زائد کا سفر طے کر چکا ہے اردو ناول نے برصغیر تہذیبی، معاشی، سیاسی اور ثقافتی زندگی کو عمدگی سے محفوظ کیا ہے آج اردو ناول ایک متوازی تاریخ کا حامل ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد سے مرزا اطہر بیگ تک اس میں سماج کا ہر رنگ اور کردار ملتے ہیں اردو ناول نے اسلوب مواد، موضوع، تکنیک، ہیئت اور وژن کے کئی سنگ میل عبور کیے ہیں۔ خاص طور پر اردو ناول نے ایسے کردار متعارف کروائے ہیں جو دہلی، لکھنؤ، لاہور سے لے کر برصغیر کے گاؤں، دیہات، پہاڑ، میدان، صحرا اور جنگلوں میں رہنے والے لوگوں کی عکاسی کرتے ہیں ان کرداروں میں فلسفی، استاد، فوجی، شکاری، کسان، مزدور، بھکاری، تاجر، مُلا، ساہوکار، سپاہی، زمیندار، جاگیر دار، ملاح، بہشتی، کھوجی، آثار قدیمہ کے ماہر، علم ریاضی، فلسفیات، بشریات کے جاننے والے، عام لوگ، گھریلو خواتین، مرد، کاروباری، نوکری پیشہ، منشیات کے عادی، مجرم، ڈاکو، چور، راہزن غرض شاہد ہی سماج کا کوئی ایسا فرد ہو جس کی پیشکش ناول میں موجود نہ ہو۔

ڈاکٹر ممتاز احمد خاں لکھتے ہیں:

> ”گزشتہ ایک سو چالیس سال میں انسانی تاریخ نے زبردست کروٹیں بدلی ہیں۔ پوری دنیا میں انسانی زندگی میں ناقابل یقین اتھل پتھل ہوئی ہے جس کا اثر اردو فکشن بلخصوص ناول پر بھی پڑا۔ چونکہ ادب زندگی کا عکاس ہوتا ہے اس لیے بدلتے حالات میں سماجی، معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی اور معاشی زندگی نئے رنگ ڈھنگ سے سامنے آتی ہے اور اثبات ہے تغیر کو زمانے میں زمانے کے تحت اس میں بدلاؤ ہی ناول کے قصے اور دیگر عناصر میں بدلاؤ کا سبب بنتا ہے۔“(۵)

آج کا اردو ناول ڈپٹی نذیر احمد، سرشار، شرر، راشد الخیری، مرزا ہادی رسوا، پریم چند، بیدی، کرشن چندر، عصمت چغتائی اور قرۃ العین حیدر سے مختلف ہے زمانہ بدل رہا ہے اور اس کی تیزی روز بہ روز بڑھ رہی ہے۔ خاص طور پر قیام پاکستان کے بعد کے ناول نے مختلف موضوعات کو اپنے دامن میں جگہ دی۔ ان ناولوں میں مختلف سیاسی، سماجی، ثقافتی اور تہذیبی عوامل کی وجہ سے جو اثرات انسانی ذہن پر مرتب ہوئے اور ان کو برداشت کرنے کے لیے انسانی ذہن نے جو سہارے تلاش کیے اس کو عمدگی سے بیان کیا ہے ایسا ہی ایک موضوع منشیات ہے جس کو اردو ناول نے

عمدگی سے گرفت میں لیا ہے اردو ناول میں ایسے بہت سے کردار ملتے ہین جو منشیات کے عادی ہونے کی وجہ سے زندگی کو ایک مختلف انداز سے دیکھنے اور محسوس کرتے ہیں ایسے ناولوں میں بھی حساسیت، نفسیات اورانسانی ذہن کا برتاؤ سامنے آتا ہے۔ناول چونکہ سماج کے ایک بڑے دائرے یا عہد کو موضوع بناتا ہے تو اس میں سماج کی حقیقی پیشکش سامنے آتی ہے۔

ابوالفضل صدیقی اردو کے ایک ایسے منفرد ادیب ہیں جن کے ہاں ،ناول، افسانہ اور شاعری کا رنگ ملتا ہے۔خاص طور پر بطور ناول نگار ان کا زندگی اور سماج کو دیکھنے کا انداز مختلف اور منفرد ہے ابوالفضل صدیقی نے اپنے ناولوں میں جاگیر دارانہ سماج کی عمدگی سے عکاسی کی ہے انہوں نے بنیادی سماجی اقدار کی ترجمانی کرتے ہوئے پوری دیانت داری سے زندگی کے حقیقی رنگوں کو اپنے ناولوں میں سمویا ہے۔خاص طور پر ''ترنگ'' ان کا ایک منفرد ناول ہے جو النفیس اکیڈمی کراچی سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔اس ناول نے مُسکرات کو موضوع بنایا ہے جو اس دور میں بھی ایک الگ موضوع تھا اوراس حوالے سے اردو ناول میں کم کم ناول ملتے ہیں خاص طور پر ایسے ناول جن کا مکمل موضوع ہی منشیات اوراس کے استعمال کے انسانی فکر پر اثرات ہوں۔

نذرالحسن صدیقی لکھتے ہیں:

> ''اس کا اصل موضوع نشہ ہے یوں تو یہ موضوع اردو ادب میں کوئی نیا موضوع نہیں۔پنڈت رتن ناتھ سرشار کے مشہور زمانہ کردار ، ''خوجی'' سے لے کر جہاں جہاں ناولوں میں طوائف کا ذکر ملتا ہے وہاں وہاں بزم نشاط کو شراب سے آراستہ کرنے کا بھی ذکر ملت ہے تاہم یہ موضوع کلاسیکل ادب سے لے کر جدید دور تک ایک دو کرداروں تک ہی محدود رہتا ہے جبکہ ترنگ ایک ایسا ناول ہے جس میں پہلی بار کسی ناول نگار نے مختلف اقسام کے نشوں اوراس کی تباہ کاریوں کو بڑے کینوس اور وسیع تناظر میں پیش کیا ہے''۔(۶)

ترنگ ایک المیہ کہانی کو بیان کرتا ہے اس ناول میں یہ المیہ ''منشیات'' سے جنم لیتا ہے ابوالفضل صدیقی کا یہ ناول فنی حوالے سے بے حد مربوط ہے اس ناول کی بے مثال بنت فضا اور ماحول کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔خاص طور پر کردار نگاری کے حوالے سے ایک کامیاب ناول ہے اس ناول کو مقصدی ناول بھی کہا جاسکتا ہے ناول کے حوالے سے مصنف نے خود کوئی کمنٹری جاری نہیں کی بلکہ ناول کے کردار، موضوع، پلاٹ اور ماحول اس مقصد حیات کو واضع کرتے ہیں۔کرداروں کے رد عمل، ان کی ذہنی حالت، نفسیاتی الجھنیں، خود ایک ایسا ماحول پیدا کرتے ہیں کہ مختلف سماجی برائیاں اور رونما ہونے والے واقعات خود بہ خود محسوسات کا ایک سلسلہ مرتب کرتے چلے جاتے ہیں اور ایک منفرد کیفیت کو ہمارے سامنے لاتے ہیں۔

نذیر احمد صدیقی ''ترنگ'' کو منشیات کے خلاف ایک جہاد قرار دیتے ہیں منشیات نے یورپ اور امریکہ میں پورے خاندان کے خاندان اجاڑ دیے اور اب یہ وبا ہمارے شہروں دیہاتوں تک آن پہنچی ہے اس لیے وہ اس کے خلاف سرگرم عمل میں لکھتے ہیں:

"یہ جہاد منشیات کے خلاف ہے نشہ بازی کا انجام کیا ہوتا ہے کس طرح نشہ بازی کی وجہ سے خاندان تباہ و برباد ہوتے ہیں کس طرح افراد کا المیہ نشہ بازی کی وجہ سے پورے معاشرے کا المیہ بن جاتا ہے ہمیں نشہ سے کیوں اجتناب کرنا چاہتے اور ایک صاف ستھرا معاشرہ اس قسم کی برائیوں سے پاک کیوں ضروری ہے یہ تمام پہلو ترنگ میں روشن اور واضع نظر آتے ہیں منشیات آج دنیا کا سب سے بڑا عذاب ہے۔"(۷)

ناول "ترنگ" کے تمام کردار حقیقی زندگی سے قریب ہیں ناول کا مرکزی کردار ہرپال ایک محنتی کاشتکار ہے مگر نشہ کا شکار ہو کر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے استاد شہامت خان، چتر سنگھ، سنگھ اپنے راجپوتانہ راجپوت تفاخر کے ساتھ زندہ ہیں اس ناول میں خواتین کردار بھی برابر اہمیت کے حامل ہیں۔ منشیات وہ کڑی ہے جس سے اس ناول کے کردار جڑے ہیں اور یہی منشیات ان کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔

ناول میں دیہات کا ماحول دکھایا گیا ہے جہاں ایک باپ اپنے بیٹیوں پر فخر کرتا ہے اور جس آدمی کے جتنے زیادہ بیٹے ہوں اسے کاشتکاری میں سہولت کے ساتھ ساتھ خاندان میں طاقت اور فخر کا باعث سمجھا جاتا ہے مرکزی کردار ہرپال سنگھ بھی اسی طرح اپنے والد شیو راج سنگھ کے لیے فخر کا باعث ہے ہرپال سنگھ پورے خاندان میں نکلتے ہوئے قد کاٹھ اور جوانی کی طاقت کی وجہ سے ہر آنکھ کا تارا ہے اور فرمانبرداری سے باپ کے ساتھ کاشت کاری میں ہاتھ بٹا رہا ہے اپنے رویے اور محنت کی وجہ سے وہ نوجوانوں سے اٹھ کر بزرگوں اور پنچوں کی سطح پر دکھائی دیتا ہے۔ ذہانت کی وجہ سے وہ کاشتکاری ہو، میلے ٹھیلے ہوں یا کھیل ہر جگہ نمایاں ہے وہ گھڑ دوز میں اول آتا ہے۔ اس کی کاشت کردہ گیہوں، چنا، باجرہ کی فعل پیداوار میں سب سے زیادہ ہونے کی وجہ سے انعام کی حقدار ٹھہرتی ہے اس گاؤں میں ہر سال گھوڑوں کے علاج کے ماہر استاد شہامت خان آتا ہے تو ہرپال کے ہاں ٹھہرتا ہے ناول میں یہ وہ پہلا فرد ہے جو منشیات کا آغاز کرتا ہے وہ پان کھاتا ہے جس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے جب ایک شام ہرپال سنگھ بارش کے بعد ان کے ساتھ بیٹھا رہا۔

"استاد خود ہی چارپائی سے اٹھ کر پان ہاتھ میں لیے دالان میں کو چلے گئے اور اک ذرا کواڑ کی آڑ کر لی ہرپال سنگھ نے استاد کو تجسس سے جھانک کر دیکھا تو استاد ایک بہت چھوٹی سی شیشی میں سے کوئی سفید سفید سفوف پان پر چھڑک رہے تھے اور اتنے میں انہوں نے گلوری بنا کر غب سے منہ میں رکھ لی اور باہر آ گے اور چارپائی پر تکئے کے برابر رکھی ہوئی چونے دانی اٹھا کر دو تین چمچیاں بھر بھر کر دہی کی طرح چونا چاٹنے لگے۔"(۸)

یوں ناول کا مرکزی کردار نشہ سے متعارف ہوتا ہے چونکہ اس کے نزدیک استاد ایک معزز اور اہم آدمی ہے تو وہ ان کی نقل کرتا ہے اور کچھ عرصے بعد پان کھانے لگتا ہے اس کا تجسس اس سفید سفوف کی طرح بڑھتا ہے اور ایک دن جب استاد پان پر سفید سفوف چھڑکتا ہے تو ہرپال بھی اپنا پان

آگے کر دیتا ہے اور پھر کئی دن تک یہی چلتا رہا۔ اسے اس پان میں مزا آنے لگا اور روز پان کھانے کا اہتمام بڑھنے لگا۔ استاد کو تشویش ہوتی اور شاگرد کا اصرار بڑھا کہ آخر یہ چیز کیا ہے ابو الفضل صدیقی لکھتے ہیں:

"اور جب تیسرے دن کا بے ایمان جب ڈھٹائی سے چوتھے دن میں بھی ہاتھ پھیلائے کھڑا ہوا تو استاد نے ذرا خشک تیوریوں سے کہا۔

بھئی یہ کوئی راکھ کی چٹکی تھوڑی ہے اور نہ پیر منٹ کی فلم ہے جانتے ہو کوکین ہے روز روز کوئی مذاق تھوڑی ہے بھلا۔

کوکین، استاد کوکین کیا ہوتی ہے؟

میاں تم کیا جانو، ایک پان میں سوا روپیہ کی پڑتی ہے اس استاد سوا روپیہ کی اتنی سی پڑیا بھلا اس میں سوا روپیہ کا کیا ہے۔ گر کچھ نہیں ہے تو مانگتے کیوں ہو؟(۹)

استاد ہرپال کو کوکین کے بارے میں اس طرح پر اسرار انداز میں بتاتا ہے کہ کس طرح یہ رئیسوں کے لیے مشکل سے ولایت سے آتی ہے اور وہ کس طرح اسے ہیرے جواہرات کے برابر تول کر خریدتے ہیں اور اس کے مزا کے لیے کنگال ہو جاتے ہیں استاد ہرپال کو اس سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے اور اسکی عدم دستیابی اور نایاب ہونے کے بارے میں اس انداز سے بتاتا ہے کہ وہ اس کا پیچھا چھوڑ دے۔ پیسہ کا سن کر ہرپال کے اندر کا زمیندار جاگ گیا اور پانچ روپے استاد کے سامنے رکھ دیے کہ اب تک حساب ہو گیا اب مجھے یہ چاہیے اور یوں ہرپال کی جب خالی ہووے گی ۔ استاد اس کے لیے کوکین لانے لگا۔ ہرپال ناول میں پان، چونا، کوکین کے نشہ پر لگ گیا جس کے اثرات اس کے کام پر پڑے، وہ دن میں چار پان کھانے لگا اور استاد کی دکان چل نکلی۔

گھوڑی کے علاج کے بہانے استاد جاڑوں کے موسم کے لیے ان کے ہاں ٹھہر گیا اور دونوں روز شام گلوریوں پہ گلوریاں منہ میں دباتے اور ایک دوسرے کی تعریف کرتے ہرپال سنگھ کی توجہ فصل سے ہٹ گئی۔ فصل اچھی ہوئی مگر روپیہ کوکین کی نظر ہو گیا۔ لکھتے ہیں:

"اور گنا تو جیسے ٹوٹا لے جاؤ اور بٹالو اور کوکین کا معاملہ ایسا تھا کہ نقد کل دار دے کر ہاتھ آیا کرتی تھی اور وہ بھی ایسے کہ اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو نہیں بلکہ دینے والے ہاتھ کو لینے والے ہاتھ کی خبر نہ ہو اور لینے والے ہاتھ کو۔ سرسوں، گیہوں، خیر بیج کی اجناس تو ابھی ذرا دور کی بات تھی۔ ہاتھ کے داؤ افیم کی فصل تھی جس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ پہلے اس کی کاشت کے لیے محکمہ آب کاری سے ہر کاشتکار کو باضابطہ اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا تھا۔"(۱۰)

افیم کی فعل کی کاشت، اس کو کاشت کرنے کا طریقہ، تیاری اور فضل کی بوائی سے کٹائی تک کی تفصیل ناول میں ملتی ہے ہرپال نے گنے کی فصل میں جو خرد برد کی اس کا علم والد صاحب کو نہیں ہوا لیکن افیم کی فصل کو بیچنے کا ایک ہی راستہ اور جگہ معلوم تھی۔ والد صاحب چاہتے تھے کہ پچھلی فصل کی کمی اس فصل سے پوری ہو جاتے۔ اس کا اعتماد اپنے بیٹے پر موجود تھا لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی ہو کیا رہا ہے استاد خفیہ طور پر اس کی فصل کو بکوا رہا تھا اور اسکی کو کین خریدی جا رہی تھی کئی فصلیں گزریں کہ ایک طرف پر فصل میں نقصان ہونے لگا اور دوسری طرف ہرپال کی صحت روز بہ روز گرنے لگی۔ مختلف حکیم اور وید آنے لگے مگر ہرپال کی صحت خراب سے خراب ہونے لگی۔ اس سے اب بھاری کام نہ ہوتا اور، شیوراج کی پریشانی بڑھنے لگی اس کا معمہ جلد حل ہو گیا جب گاؤں کے پنڈت نے اسے چوری افیم بیچتے اور اجنبی لوگوں سے کو کین خریدتے دیکھ لیا۔ یہ اقتباس دیکھتے۔

> ”ٹھاکر جی میرے حساب سے شہامت خان چابک سوار کا نام نکلتا ہے جس نے آپ کے بیٹے کو پان کھلا کر کو کین کی لت لگائی اور کو کین نے ہی اس کی تندرستی برباد کی اور پھر حساب کر کے یہاں تک بنا دیا کہ افیم کے تبادلے میں کو کین حاصل ہوتی ہے اور یہ بھی کہ یہ تبادلہ کرنے والے خفیہ فروش اس چابک سوار کے لائے ہوئے ہیں۔“(۱۱)

پنڈت جی نے حساب کتاب کے بہانے وہ سب بتا دیا جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ شیوراج سنگھ دو چار برسوں کی فصل کی کمی کا سبب سمجھ گیا اور کڑی سے کڑی ملتی گئی۔ استاد نے ہرپال کو پوری طرح اپنے حال میں پھانس رکھا تھا وہ اسے نشے کی لت لگا کر ایک طرف اپنے آرام اور خوراک کا بندوبست کیے ہوئے تھا تو دوسری طرف ہرپال کی فصلوں کو اونے پونے بکوا کر اس میں سے اپنا حصہ الگ کرتا جا رہا تھا۔

ابو الفضل صدیقی نے ایک سادہ لوح دیہاتی کی زندگی کو نشے کے ہاتھوں برباد ہوتے ہوئے دکھایا ہے ایک خوشحال کسان چند ہی برسوں میں کنگال ہو گیا اور اس کے بیٹے کی صحت جاتی رہی جو اس سے پہلے طاقت اور صحت مندی کی مثال تھا کو کین نے ایک پورے خاندان کو متاثر کر دیا۔ پنڈت نے اس ڈر سے کافی عرصہ یہ بات نہ بتائی کہ ہرپال کے گھر سے اسے جو کھانے پینے کو ملتا تھا وہ بند نہ ہو جائے یوں پنجاب کے دیہات کی زندگی کے کئی کردار اور ان کی سماجی زندگی کی جھلک اس ناول میں غیر محسوس طریقے سے سامنے آئی ہے کہ قاری کو کوئی بھی بات یہاں فینٹسی محسوس نہیں ہوتی۔ یہی صورت حال ہر دیہات کی تھی ہر جگہ ایسے ہی کسان، زمیندار اور ساہوکار تھے پنڈت اور چابک سوار لیکن ان میں چالاکی نہ تھی یہاں ایک چالاک فرد نے پورا خاندان برباد کر دیا۔

ہرپال کو جب کو کین نہ ملی تو اس کی حالت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

> ”طلب، تلاش، بے اطمینانی، ناامیدی اور انتشار، غلط ملط ہو کر ایک بلکل نئی کیفیت کی شکل اختیار کر گئے یہاں تک کے اس کے اعصاب متاثر ہونے لگے۔ ”نہیں معلوم ملے گی یا نہیں“ اس کے دل میں بار بار وہم اٹھتا۔ بہر حال ہاتھ میں تو نہ تھی۔ وشنو سنگھ سے جانے کی رسمی اجازت چاہی۔ اس نے

پر خلوص اصرار کے ساتھ روکا، اس نے ذرا اصرار کیا اور پھر اصرار یہ اصرار، طلب کی شدت وقت کے ساتھ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی گئی۔ اس کا دوست اس ضمن میں بلکل کورا تھا۔ کوکین تو ایک طرف تمبا کو کے نشے سے بھی واقف نہ تھا۔"(۱۲)

ہرپال سنگھ کے کردار کے ذریعے ابوالفضل صدیقی نے منشیات کے اثرات کو دکھایا ہے کہ ہرپال کو جب کوکین نہیں ملی تو اسکی ذہنی اور جسمانی حالت کیا ہوگئی اس کے منہ میں چونے کے ذرات پھنسنے کی وجہ سے جگہ جگہ سے کٹ گیا۔ کوکین نے اس کے منہ کو اس قدر خشک کر دیا کہ وشنو سنگھ دودھ کا گلاس لایا تو وہ ایک گھونٹ بھی نہیں پی سکا۔ اس کا جسم ٹوٹنے لگا۔ اُسے قے محسوس ہونے لگی اور مسلسل بے چینی، اکتاہٹ، بے زاری کی وجہ سے اسکا دل کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔ وہ مسلسل اذیت میں مبتلا تھا جسے اسے کوکین نہ ملی تو ابھی اس کی جان نکل جائے گی وہ حسرت بھری نظروں سے اپنے دوست کو امید سے دیکھ رہا تھا۔

افیون کی کاشت والے گاؤں کے لوگ اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے تھے وہ اسے ایک فصل سمجھ کر کاشت کرتے اور اپنا نفع حاصل کرتے تھے وشنو سنگھ اور ہرپال سنگھ کو افیون کی لت لگ گئی یہاں ناول نگار نے پھر سے ہرپال سنگھ کو مرکز میں رکھا گیا ہے کہ کوکین سے جان چھڑوانے کے لیے بہت محنت کرنا پڑی۔ بہت سے حکیم اور وید آئے اور اب افیون کی عادت لگ گئی جو ان کے اپنے کھیتوں میں وافر مقدار میں موجود تھی یہ اقتباس دیکھتے:

"ہرپال سنگھ اور وشنو سنگھ افیون کی لت پڑ جانے والی عادات سے تو واقف نہ تھے بس افیون کے حوالے سے ایک قسم کا رجعت کا احساس انہیں بزرگوں سے توریث میں ملا تھا اس قسم کی ذہنی دلچسپی سے بلکل متضاد کیفیت جو اجناس کے ساتھ کسان کو ہوا کرتی ہے ان کے شعور جیسے افیون کی کاشت کھیتی کے علاوہ کسی دوسری قسم کا کام ہے نامانوس سا اور افیون غیر جنس ہے اور سب جنسوں سے علیحدہ۔"(۱۳)

ہرپال سنگھ کو کین سے ہٹا تھا کہ افیون پر لگ گیا۔ ہرپال علاج کے لیے جس وید جی کے پاس آیا تھا اس نے دوائی کے نام پر جو گولیاں دیں وہ افیون کی تھیں۔ ناول میں ابوالفضل صدیقی نے اچانک ایک اور موڑ پیدا کیا ہے پولیس، تھانہ، پولیس والوں کا گاؤں کے لوگوں سے سلوک، چوری، ڈاکے، حکیم، وید ایک پورا ماحول ہے جو کسی قصہ، کہانی کی طرح جاگ رہا ہے اور اس میں مسلسل نئے موڑ آرہے ہیں۔ ہرپال ناول کا مرکزی کردار ایک مرتبہ پھر سے نشہ کا شکار ہو گیا ہے یہاں دونوں دفعہ اس کو دھوکہ دیا گیا اور اسے غلط سمت میں لے جایا گیا۔

ہندوستان کے اس علاقے میں افیون کے کاروبار کے حوالے سے ابوالفضل صدیقی لکھتے ہیں:

"ارے مورکھ اتنے دن افیون پیدا کرتے ہو گئے اور یہ پتہ نہیں کہ سرکار اس کا کیا کرتی ہے۔ غازی پور میں سرکاری کی اپنی فیکٹری ہے وہاں ضلع بھر کا مال صاف کر کے پکایا جاتا ہے جتنی باہر بھیجنی

ہوتی ہے باہر کو لاان کر دی جاتی ہے اور جتنی جتنی ہر ضلع میں ضرورت ہوتی ہے اس کے بیچنے کا ٹھیکہ لائسنس دکاندار کو دے دیا جاتا ہے یہ دکاندار آب کاری والون سے تھوک بھاؤ پر لے کر خوردہ خوردہ بیچتے ہیں۔"(۱۴)

ابوالفضل صدیقی اس ناول میں مرکزی کردار اور دوسرے لوگوں کی نشہ آور اشیا کی وجہ سے ذہنی، جسمانی حالت میں بگاڑ کو بیان کرتے ہیں اور اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ اس خطے میں کوکین، افیون، ہیروین، شراب، پان اور کی کاشت حکومتی سرپرستی میں کی جاتی ہے ہر ضلع میں اس کی خرید و فروخت کا ایک سلسلہ ہے۔ ابوالفضل صدیقی نے پورے ناول میں منشیات کی مختلف اقسام ان کی کاشت، کٹائی، لوگوں میں فروخت، جسم پر اثرات، ذہنی حالت کا بگڑنا، منشیات استعمال کی ضرورت لوگوں کو کیوں محسوس ہوتی ہے اور جن لوگوں نے اسے استعمال کیا کیا ان کی اپنی مرضی شامل تھی یا ان کو دھوکہ سے اس طرف لایا گیا تھا پورے ناول میں منشیات سے جڑی چیزیں اور ان کا پورا در وبست دکھایا گیا ہے کہ سماج میں منشیات کی وجہ سے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اور لوگ کس طرح آغاز میں اپنی مرضی سے اور بعد میں مجبوری کی وجہ سے اس کا شکار ہو کر اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ منشیات کے سماجی اثرات ناول کا مرکزی موضوع ہے۔

ناول میں بھنگ کے حوالے سے بھی کئی کردار ملتے ہیں جو نشہ میں اس قدر دُھت ہو جاتے ہیں کہ گاؤں کی ان عورتوں کی عزتوں پر ہاتھ ڈالتے ہیں جو کھیتوں میں کام کاج کے لیے آتی ہیں۔ شراب، چرس اور افیون کی لت ہے کہ لوگوں کو مسلسل لگ رہی ہے ناول کے آخر میں یہ سب منشیات کے عادی کردار اپنی بُری قسمت کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ایک المیہ جنم لیتا ہے۔ نذرالحسن صدیقی لکھتے ہیں:

"ناول کا اختتامیہ المناک اور دل کو دُکھ دینے والا ہے شیوراج کی ساعقہ بہو زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہے اور اپنے بچوں کو سیلابی پانی سے بچانے کی کوشش کر رہی ہے وہ قید حیات اور بند و غم دونوں سے آزاد ہو جاتی ہے مگر کیا زندگی کا تسلسل ختم ہو گیا؟ ابوالفضل اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں اور شیوراج سنگھ کی نئی نسل کے روشن مستقبل کی طرف بڑا بلیغ اور لطیف اشارہ دیتے ہیں ۔"(۱۵)

ناول میں ایک تہذیب کے المیے کو دکھایا گیا ہے جس کا خاتمہ منشیات کی وجہ سے ہوتا ہے زندگی کا ایک تسلسل جو شیوراج سنگھ کے عہد میں عروج پر پہنچا۔ ہرپال سنگھ کے دور میں زوال پذیر ہوا اور ناول کے آخر میں ہرپال کا بیٹا ظاہر ہوتا ہے جو مستقبل کی علامت ہے جو امید افزاء ہو سکتا ہے ناول میں برصغیر کی دیہی زندگی کے رسوم، رواج، اقدار، مسائل، لوگوں کی ذہنیت، ان کے سوچنے سمجھنے کا انداز، آپسی تعلق، دھرتی سے جڑت، اپنے کام میں مہارت کے بارے میں دھیمے انداز میں پر تاثر بیان ملتا ہے جو پورے ناول کو جوڑتا ہے۔

"ترنگ" میں ایک سماجی المیہ منشیات کی وجہ سے جنم لیتا ہے ناول میں منشیات کی مختلف اقسام، ان کا انسانی ذہن پر اثر اور انسانی ذہن کا برتاؤ لوگوں کی نشہ کرنے والے آدمی کے بارے میں رائے ناول میں پورے سماج کا ایک عکس بتاتی ہے دیہات میں لوگ کس طرح منشیات کے عادی فرد کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ ابوالفضل صدیقی نے "ترنگ" کو ایک منفرد سطح پر موضوعاتی تجربے سے گزارا ہے ہرپال سنگھ جو اپنے علاقے کا ہیرو تھا کس طرح منشیات کا عادی ہو کر اپنی صحت، بیوی، مال، عزت، شہرت، قریبی رشتے سے اعتماد کھو بیٹھتا ہے مسکرات انسانی جسم

اور ذہن کے ساتھ کس طرح کے اثرات مرتب کرتی ہے اس ناول کے المیہ سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ناول نگار نے منشیات کی اقسام واستعمال کو مختلف کرداروں میں اس طرح دکھایا ہے کہ اس عہد کے سماج کی ایک حقیقی صورتحال قاری کے سامنے آجاتی ہے۔

محمد حسن عسکری ابو الفضل صدیقی کے فن اور اسلوب پر رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> ابو الفضل صدیقی کہنہ مشق افسانہ نگار اور ناول نگار ہیں اپنے ہم عصر افسانہ نگاروں سے انہیں اس بات نے امتیاز حاصل ہے کہ انہیں دیہاتی زندگی کی چھوٹی چھوٹی تفصیلات اور معاشرتی پیچیدگیوں سے پوری واقفیت ہے۔ دیہاتی زندگی کو اس انداز سے غالباً اور کوئی فکشن نگار پیش نہیں کر سکا۔ ادبی زبان اور بول چال کی زبان دونوں میں اُنہیں مہارت ہے۔ زبان وبیان کے اعتبار سے بھی چند ہی فکشن نگار اُن کے مقابلے پر آسکتے ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ زندگی کے جن شعبوں سے ان کا تعلق رہا ہے انہیں کو وہ اپنی کہانیوں میں پیش کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی تحریروں میں رچاؤ زیادہ ہے۔ مواد اور بیان دونوں کے لحاظ سے ان کے افسانے مسلسل لطف دیتے ہیں جس نے اُنہیں اردو فکشن میں منفرد اور ممتاز حیثیت دی ہے۔(۱۶)

شمیم احمد نے ابو الفضل صدیقی کے اسلوب کے بارے میں لکھا ہے کہ:

> ”اُن کی طرزِ تحریر میں اردو ادب کے کئی دھارے ایک ساتھ مل کر بہتے ہیں۔ ان کی تحریر میں ایک امڈتے ہوئے دریا کی روانی ہے۔ جو طلسم ہوشربا اور محمد حسین آزاد کی نثر کا بہترین وصف ہے۔ ان کے جملوں میں وہ گہرائی اور بلاغت ہے جو بیک وقت خیال اور احساس کے گوشے اور رُخ نمایاں کرتی ہے۔ الفاظ کے انتخاب میں ہیرے کی تراش خراش اور نوک پلک درست کرنے کا سلیقہ جھلکتا ہے۔“(۱۷)

ابو الفضل صدیقی نے بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں دیہی ہندوستانی سماج میں بدلتی ہوئی اقدار پر روشنی ڈالی ہے۔ سادہ لوح لوگ کس طرح اپنا سماجی رتبہ بڑھانے کے لیے مسکرات کا شکار ہو کر اپنی زندگی کو برباد کر لیتے ہیں۔ ناول میں ابو الفضل صدیقی نے فنی چابکدستی سے کرداروں کی ذہنی حالت، سماجی رتبہ، معاشی حالت، ثقافتی تنوع اور بدلتی اقدار کو عمدگی سے برتا ہے۔

حوالہ جات

۱. مولوی سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، ترقی اردو، نیو دہلی، ۱۹۶۷ء، ص:۲۷

۲. ابراہیم مصطفیٰ، معجمل السیط، مکتبہ رحمانیہ، ملتان، ۲۰۰۵ء، ص:۱۱۳

۳. Dominic Milton Trott, The Drug users Bible, MxZero Publishing , Uk,2022,P:7

۴. Mark.G. papich,veterinary Drugs, Elsevier saurders, usa, 2012,P:2

۵. ڈاکٹر ممتاز احمد خان، اردو ناول کے ہمہ گیر سروکار، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص:۷۵

۶. نذر الحسن صدیقی، ابو الفضل صدیقی، شخصیت اور فن، پاکستانی ادب کے معمار، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد ۲۰۰۶ء، ص:۱۶۰

۷. ایضاً، ص:۱۶۰

۸. ابو الفضل صدیقی، ترنگ، نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۹ء، ص:۱۸

۹. ایضاً، ص:۲۰

۱۰. ایضاً، ص:۲۵

۱۱. ایضاً، ص:۳۴

۱۲. ایضاً، ص:۴۶

۱۳. ایضاً، ص:۱۴۷

۱۴. ایضاً، ص:۱۹۵

۱۵. نذر الحسن صدیقی، ابو الفضل صدیقی، شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات، پاکستان اسلام آباد، ۲۰۰۶ء، ص:۱۶۱

۱۶. ابو الفضل صدیقی، آئینہ، اسلوب بکس، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص:فلیپ

۱۷. ایضاً، ص:بیک فلیپ